نظرات

سمجھ میں نہیں آتا کہ پچھلے دنوں احمدآباد، اس کے مضافات اور بڑودہ وغیرہ میں جو نہایت ہولناک اور حد درجہ درد انگیز فسادات ہوئے ہیں ان پر کن لفظوں سے ہم اپنے رنج و الم، حزن و ملال اور غم و غصہ کا اظہار کریں۔ ہر بڑے فساد کے بعد چیخ و پکار ہوتی ہے۔ لیڈروں کے بیانات میں ان کی مذمت کی جاتی ہے۔ قومی یکجہتی کونسل کی میٹنگ ہوتی ہے اور حکومت بھی فسادات کو روکنے کے لیے اپنے عزم و حوصلہ کا اعلان کرتی ہے اور نیک ارادوں کے ان سب مظاہر کو دیکھ کر توقع یہ ہو جاتی ہے کہ چلو جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب آئندہ آگ اور خون کا یہ کھیل نہیں کھیلا جائے گا اور اقلیت کو ایک باعزت شہری کی طرح زندگی بسر کرنے کا موقع دیا جائے گا لیکن اس توقع کے برخلاف ہوتا یہ ہے کہ سال چھ مہینہ کے بعد ہی اچانک کبھی یہاں اور کبھی وہاں فسادات کا لاوا اس شدت کے ساتھ پھٹ پڑتا ہے کہ سابقہ فسادات بھی فراموش ہو جاتے ہیں، چنانچہ گجرات کا فساد سب پر سبقت لے گیا ہے اور خود وزیر داخلہ نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک کوئی فساد اتنے بڑے پیمانہ پر نہیں ہوا۔ یہ ڈرامہ کوئی آج نیا نہیں بلکہ گزشتہ بائیس برس سے بڑی یکسانیت اور تسلسل کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے اور اس ڈرامہ کا ہر شو اس درجہ ہولناک ہوتا ہے کہ پچھلے تمام شو اس کے سامنے ماند پڑ جاتے ہیں۔ "تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو"

یہ فسادات کیوں ہوتے ہیں؟ کس طرح ہوتے ہیں؟ ان میں کیا کیا ہوتا ہے کون لوگ ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور کیوں لیتے ہیں؟ ان میں عظیم جانی اور مالی نقصانات کس فرقہ کے ہوتے ہیں؟ اب ان پر گفتگو کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چند بد طینت اور ننگ انسانیت قسم کے لوگ خواہ کچھ کہیں دنیا کی آنکھوں میں خاک نہیں جھونکی جا سکتی، مشرق و مغرب کا ہر انسان اپنے اور پرائے سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے اور اس کی ذمہ دار کون سی پارٹی اور جماعت ہے۔ اس لیے اب سوچنا صرف یہ ہے

کہ کیا کیا جائے۔ اور ملک و قوم کی اس عظیم۔۔ بدقسمتی کو جو اگر یونہی مسلط رہی تو ملک کی سالمیت اور اس کے استحکام کو ایک روز یقیناً کسی دیوانہ کا خواب بنا کر رکھ دے گی کیونکر دور کیا جائے۔ ایک مہذب اور ایک وحشی اور غیر مہذب قوم میں فرق کیا ہے ؛ یہ فرق بجز اس کے کچھ نہیں ہے کہ مہذب قوم کی ایک حکومت اور ان کا ایک دستور ہوتا ہے اور سب افراد اس کے پابند رہتے ہیں۔ اس کے برخلاف وحشی قوم کے افراد اپنے اغراض اور خواہشات کے غلام ہوتے ہیں۔ ان میں ڈسپلن اور نظم و ضبط نہیں ہوتا۔ انہیں حکومت اور قانون کی بالکل پروا نہیں ہوتی انسانیت اور شرافت کا ان کے ذہن میں کوئی تصور نہیں ہوتا اپنی خواہشات کی تکمیل اور حظ نفس کی خاطر بے گناہ انسانوں عورتوں اور مردوں بوڑھوں اور بچوں کے خون سے ہولی کھیلنا ان کے لیے ایک دلچسپ و دلآویز مشغلہ حیات ہوتا ہے کشتگان ظلم و ستم کی چیخ و پکار اور ان کی آہ و زاریاں ان ظالموں کے دل میں انسانی ہمدردی کا کوئی ادنیٰ سا جذبہ بھی پیدا کرنے کے بجائے ان کے لیے رقصِ نشاط اور پندارِ کامرانی کی دعوت ہوتی ہیں۔ غور کیجئے۔ آج فسادات میں کیا یہی سب کچھ نہیں ہو رہا ہے ؟ اگر ہو رہا ہے تو جو سماج اور جو سوسائٹی اس ماحول اور فضا میں پرورش پا رہی ہے وہ موجودہ سائنس اور ٹکنالوجی اور بین الاقوامی علائق و روابط کی دنیا میں کب تک آزادی اور سالمیت کی زندگی بسر کر سکتی ہے ؟ اس کا جواب معلوم کر لینا ذرا مشکل نہیں ہے۔

آج حال یہ ہے کوئی نہیں بتا سکتا کہ کل کیا ہوگا تاہم سر دست یہ علامت اچھی ہے کہ احمد آباد وغیرہ کے حالیہ فسادات کی تیزی اور شدت نے گورنمنٹ اور اکثریت کے مُردہ ضمیر کو بھی جھنجوڑ دیا اور ہلا دیا ہے چنانچہ ایک طرف صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم نے اپنے بیانات اور تقریروں میں ان واقعات پر نہایت صاف لفظوں میں اپنے عمیق رنج و غم اور شدید اضطراب و تشویش کا اظہار کیا ہے اور وزیر داخلہ نے ان کی سخت مذمت کرنے کے ساتھ تمام ریاستوں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کی ہے اور دوسری جانب مرار جی ڈسائی اور بعض دوسرے قومی کارکنوں نے برت رکھ کر اپنے گہرے دکھ اور غم کو ظاہر کیا ہے اگر ہمارا یہ اندازہ صحیح ہے کہ اس وقت حکومت اور اکثریت میں ضمیر کی بیداری اور فسادات کے سدباب کا عزم پایا جاتا ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بہت کچھ ہو بھی سکتا ہے ایک وقت تھا جبکہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ

شریمتی اندرا گاندھی کا اقتدار دوسروں کا مرہون کرم ہے لیکن اب حالات بالکل دوسرے ہیں اور ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ بڑے بڑے باقتدار اور بیادہ سیاست کے پرانے شاطر اپنے تحفظ و بقا کے لیے اندرا گاندھی کے رحم و کرم کے محتاج ہیں، اسی بنا پر آج وزیر اعظم اور ان کی حکومت ملک اور قوم کے فائدہ کے لیے جو کچھ بھی کرنا چاہیں بے جھجک کرسکتے ہیں اور پورا ملک اسی کی تائید کرے گا اس سلسلہ میں ہم چند ضروری تجاویز پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کو ایمانداری کے ساتھ عملی جامہ پہنایا گیا تو ملک سے اس نحوست کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ وہ تجاویز یہ ہیں۔

(۱) مرکز میں خاص اقلیتوں کے معاملات کی دیکھ بھال اور ان کو سرانجام دینے کے لیے ایک وزارت قائم کی جائے (۲) مرکز کے محفوظ پولس دستوں کی طرح خاص فسادات کی روک تھام کے لیے RIOT POLICE FORCE کے نام سے پولس کے دستے متعین کیے جائیں اور ان دستوں میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا تناسب پچاس پچاس فی صد ہو (۳) ان دستوں کے لیے جن نوجوانوں کا انتخاب ہو ان کے متعلق اس بات کا پورا اطمینان کر لیا جائے کہ ان کا تعلق کبھی کسی جارحیت پسند (MILITANT) تنظیم یا جماعت سے تو نہیں رہا ہے (۴) ان جوانوں کو ٹریننگ کے زمانہ میں مذہب اور اخلاقیات کا درس دیا جائے اور سکولرزم اور جمہوریت کی قدریں ان کے ذہن نشین کی جائیں۔ (۵) جارحیت پسند جماعتوں کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان کی سرگرمیوں اور ان کے لیڈروں کی تحریروں اور تقریروں پر کڑی نظر رکھی جائے (۶) جہاں کہیں فساد ہو اس کے لیے وہاں کے حکام کو ذمہ دار قرار دے کر ان کے ساتھ تادیبی کارروائی کی جائے (۷) جو لوگ فساد کے بانی اور شورش پسند ثابت ہوں ان کو عبرت انگیز سزائیں دی جائیں اور اس سلسلہ میں مجسٹریٹوں کے نام خاص قسم کی ہدایات جاری کی جائیں (۸) اسکولوں میں تاریخ اور زبان پر جو کتابیں پڑھائی جاری ہیں ان کی خاص طور پر نگرانی کی جائے کہ کہیں ان کے ذریعہ بچوں کے دماغ کو مسموم کرنے کی کوشش تو نہیں کی جارہی ہے اگر ان تجاویز پر ایمانداری اور مضبوطی کے ساتھ عمل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ملک کے لیے آئے دن کی اس مصیبت کا خاتمہ نہ ہو۔

م